جاوید نامہ

حافظ عباد اللہ فاروقی

جاوید نامہ کی اصل اہمیت کا اندازہ اس علمی اور ادبی پس منظر کے مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے جو واقعہ معراج کے زیر اثر لکھی جانے والی تصنیفات اور نگارشات سے عبارت ہے۔ اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے واقع معراج کی حقیقت، اسکے اصل پیغام اور دنیائے علم و ادب پر اسکے اثر کا مختصر جائزہ لے لیا جائے۔

جہاں تک ہم تحقیق کرسکے ہیں اور جہانتک تسلسل دین کا تعلق ہے۔ واقعہ معراج کے شواھد ظہور اسلام سے پہلے موجود ہیں۔ اور ہونے بھی چاہئیں۔ اسلئے کہ آنحضرت صلعم کسی نئے دین کے لانے کے مدعی نہ تھے۔ بلکہ آپ کا دعوی یہ تھا کہ دین حق جسکی تبلیغ آدم علیہ السلام و نوحؑ ابراھیمؑ و موسیؑ و عیسیؑ و دیگر پیغمبران سلف کرتے آئے تھے : وہی دین اسلام ہے۔ چنانچہ حضرت ابراھیمؑ کی نسبت قرآن حکیم میں مذکور ہے۔ وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات و الارض (اور اسطرح دکھائی ہم نے ابراھیم کو زمین و آسمان کی بادشاہت) اسیطرح توریت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے خواب کا ذکر ہے۔ جسمیں انہیں آسمانی حقائق کا مشاھدہ کرایا گیا تھا۔ یوحنا کو جو سیر ملکوت کرائی گئی اسکا بھی بائبل میں ذکر موجود ہے۔

غرض ظہور اسلام سے پہلے معراج مقدیان الہی کو کسی نہ کسی صورت میں ہوتا رہا۔ لیکن انتہائی عروج اور قرب جو حضور سرور کائنات صلعم کو نصیب ہوا اسکی مثال نہیں مل سکتی گویا یہ مقام انہیں کیلئے مخصوص تھا۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضور سرور کائنات صلعم کو اتنا قرب حاصل ہوا کہ دو کمان کا فاصلہ رہ گیا۔ ''وھو بالافق الاعلی ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی ،، اور وہ تھا اونچے کنارہ پر۔ پھر آسمان کے قریب آیا۔ اور جھکا پھر رہ گیا فرق دو کمان کے برابر یا اس سے بھی کم) ڈاکٹر اقبال کے نزدیک معراج انسانی کی بھی انتہا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ۔۔

بر مقامِ خود رسیدن زندگیست
ذات را بے پردہ دیدن زندگیست
مرد مومن در نسازد با صفات
مصطفےٰ راضی نشد الا بذات

یہ حقیقت ہے کہ معراج جسمانی اور روحانی کی ہی بدولت شاہ کونینؐ کو مقامِ سروری عطا ہوا۔ یہ خیال کہ معراج جسمانی ممکن نہیں ہوسکتا اقبال اسکی تردید پیش کرتے ہیں۔

ایں بدن با جان ما انباز نیست
مشت خاکے مانع پرواز نیست

پندرھویں پارہ کی پہلی آیت اسی حقیقت کیطرف اشارہ کر رہی ہے

سبحٰن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایتنا انہ ھو السمیع البصیر

(پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام (کعبہ) سے اس مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا۔ جسکے گرد ہم نے برکت نازل کی ہے۔ تا کہ ہم اپنے بندے کو نشانیاں دکھائیں۔ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے)۔

اسطرح معراج کی شب آنحضرت صلعم نے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر سدرۃ المنتہی تک سیر فرمائی۔ آپ روح الامین کے ہمراہ براق پر سوار ہو کر سیدھے سدرۃ المنتہی تک پہنچے یہاں پہنچ کر آپ نے سماوی آیات کا مشاہدہ کیا۔ اور پھر مشاہدۂ تجلی ذات سے مشرف ہوئے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے :

''ما زاغ البصر وما طغی،،

سیاحت علوی کے بعد جب آپ واپس تشریف لائے تو دروازے کی زنجیر بدستور ہل رہی تھی اور آپ کے بستر کی گرمی ابھی باقی تھی۔

جن لوگوں نے معراج جسمانی سے انکار کیا ہے۔ ان میں سرسید احمد خاں

مرحوم کا نام پیش پیش ہے چنانچہ تفسیر احمدی میں فرماتے ہیں ۔ کہ انسان سرشت میں خاکی ہے اور خاکی ہونے کی حیثیت سے اسکا اسی خاکی جزو میں بود و باش کرنا لازم قرار پاتا ہے ۔ لہذا یہ ممکن ہی نہیں کہ یہ خاکی پتلا ناسوتی دنیا کو چھوڑ کر عالم ملکوت میں داخل ہوا ہو ۔ اور سیر کرتا ہوا لا مکاں تک گیا ہو ۔ اس دلیل کو زیادہ واضح کرنے کیلئے انہوں نے پرندوں اور جانوروں کی مثالیں پیش کی ہیں ۔ چنانچہ لکھتے ہیں ۔ کہ پرندوں کو لیجئے ان میں ہوائیت زیادہ ہے ۔ اسلئے وہ ہوا میں تعیش کرنے ہیں ۔ مائی مخلوقات پانی میں بسر کرتی ہے ۔ نوری یا ناری اجسام عالم بالا میں متمکن ہیں ۔ اسیطرح حضور صلعم کا وجود مسعود چونکہ خاکی تھا ۔ اسلئے وہ عالم ارواح میں نہ پہنچے ۔

مذکورہ بالا دلائل کے جواب میں ۔ باوجود اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہ حضور صلعم بشر ہی تھے اور انکی سرشت خاکی تھی ۔ ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ کہ آپ کا جید اطہر اور شعور مقدسیہ انوار ذات الہی سے اسقدر منور اور متجلی ہو چکے تھے ۔ کہ ان میں عنصری صفات متصور ہی نہیں ہوسکتی ہیں اسلئے آپ کا لامکاں تک پہنچنا کیونکر ناممکن ہوسکتا ہے تفسیر عرایس البیان فی حقائق القرآن میں حضرت شیخ روز بہان البقلی الشیرازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ کہ آپکو یہ قرب اسوقت حاصل ہوا جب آپکو لنوت صفات اور انوار ذات کا لباس پہنایا گیا ۔ اور جملہ اسباب حدوثیت سے پاک کردیا گیا ۔ پس آپ حق سے حق کے قریب ہوئے ۔ جب آپ صفات کیساتھ صفات کے قریب ہوئے ۔ اور آپکو مشاہدۂ صفات کی لذت حاصل ہوئی ۔ تو قریب تھا کہ آپ صفات کی لذت میں سیر سے رک جاتے ۔ تو اللہ تعالے نے آپکو قرب صفات کے بعد قرب ذات عطا فرمایا ۔ اور آپ ذات کے بحر بیکران میں غرق ہوگئے ۔ اور آپکے ساتھ آپکے علم ۔ بصر اور سمع اور ادراک سے کوئی شے باقی نہ رہی ۔ تب اللہ تعالے نے اپنی سمع اور بصر کا نور آپکو عطا فرمایا ۔ پس آپ نے نور خدا کیساتھ خدا کو دیکھا ۔ اور سمع حق کیساتھ کلام الہی کو سنا ۔ تفاسیر میں اختلاف ہوسکتا ہے ۔ لیکن یہ بات مسلم ہے کہ انقلاب شعور کے بغیر نہ تو معراج آسمانی ممکن ہے اور نہ مشاہدۂ ذات الہی ۔ اقبال مندرجہ ذیل اشعار میں اس حقیقت کو واشگاف کرتے ہیں : —

چیست جاں ؟ جذب و سرور و سوز و درد
ذوق تسخیر سپہر گرد گرد !

چیست تن؟ با رنگ و بو خو کردن است
با مقامِ چار سو خو کردن است

از شعور است ایں کہ گوئی نزد و دور
چیست معراج؟ انقلاب اندر شعور

انقلاب اندر شعور از جذب و شوق
وارهاند جذب و شوق از تحت و فوق

ایں بدن با جان ما انباز نیست
مشت خاکے مانعِ پرواز نیست

غرض عشق حقیقی کی یہ آخری منزل اور انائے انسانی کے عروج کا آخری مقام تھا جو حضور سرور کائنات صلعم کو حاصل ہوا۔ یہ مقام مقام وصل نہیں بلکہ مقامِ تقرب سے تعبیر ہے جہاں وجود خاکی عنصری صفات سے منتزہ ہونے کے باوجود شوق دیدار کیلئے بے قرار نظر آتا ہے بقول حضرت نیاز بریلوی :—

سرو سامان وجودم شدر عشق بسوخت
زیر خاکستر دل سوز نہانم باقیست

"معراج نبوی کی حقیقت"

ڈاکٹر یوسف حسین خان 'روح اقبال' میں لکھتے ہیں کہ معراج زمان و مکان کی حقیقت اور اسکی مکمل تسخیر کی آئینہ دار ہے۔ جب انسانی روح فعلیت مطلقہ سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے۔ تو زمان و مکان کی حقیقت اپنے سارے راز ہائے سربستہ اسپر کھول دیتی ہے۔ لیکن معراج انسانی کی یہ کیفیت اسوقت تک متصور نہیں ہوسکتی جب تک شعور انسانی انقلاب پذیر نہیں ہو جاتا۔ اور اسطرح جبتک انسان کا جسد خاکی پرتو نور ذات الٰہی سے منور ہو کر صفات عنصری کی نفی نہیں کر پاتا۔ تب تک حریم قدس میں اسکی باریابی متصور نہیں ہوسکتی۔ آنحضرت صلعم کا لامکاں تک پہنچ کر مشاہدۂ ذات لا سے بہرہ یاب ہونا انکے اثبات نفس و قیام خودی کی روشن دلیل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے عروج انسانی کی جو اعلے ترین مثال پیش کی ہے اسکی نظیر دنیا آج تک پیش نہیں کرسکی۔

غرض انسان وجدانی قوت کےساتھ زمان و مکاں کی حدود سے باہر نکل کر آزادی حاصل کرسکتا ہے ۔ قرآن کریم میں اسی قوت کیطرف واضح اشارہ کیا گیا ہے ۔

یمعشر الجن والانس ان انستطعتم ان تنفذو من اقطار
السموات والارض فانفذو لا تنفذون الا بسلطان ۔

(یعنی اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اگر تم سے ہوسکے تو زمین اور آسمانوں کے کناروں کے پرے نکل جاؤ ۔ لیکن تم نہیں نکل سکتے بغیر قوت کے) ۔

اقبال جاوید نامہ میں مولانا روم کی زبانی اسی وجدانی قوت (سلطان) کیطرف اشارہ کرتے ہیں :—

گفت اگر، 'سلطان، ترا آید بدست
مے تواں افلاک را از ہم شکست
نکتہ الا 'بسلطان، یاد گیر
ورنہ چوں مور و ملخ در گل بمیر
از طریق زادن اے مرد نکوئے
آمدی اندر جہان چار سوئے
ہم بروں جستن 'بزادن، مے تواں
بند ہا از خود کشادن مے تواں

چونکہ اسلام کے تخلیقی ارتقا کے نظریہ کی رو سے معراج کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے اسلئے انسان وجدانی قوت کی بدولت حدود زمانی و مکانی سے نکل کر آزادی حاصل کرکے مشاہدۂ تجلی ذات سے بہرہ یاب ہوسکتا ہے :—

در دشت جنون من جبریل زبوں صیدے
یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ

ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے کے مذاہب کی کتابوں میں اس قسم کے معراج اور آسمانی سیر کا کہیں ذکر نہیں ۔ روم اور یونان کے بت پرستوں کو معراج کی ضرورت ہی نہ تھی اسلئے کہ انکے عہد اولین کے انسانی دیوتا ایسی زبردست روحانی قوت کے حامل تھے کہ انکا بام فلک پر جا کر سروشستان والوں سے ملاقات کرنا ایک معمولی بات خیال کیجاتی تھی ۔ اسیطرح مصر، بابل، اور اسیریا والوں میں ہمیں اس قسم کے معراج کی کوئی مثال نہیں ملتی ۔

ممکن ہے کہ کسی مرد حق کو معراج کا واقعہ پیش آیا ہو۔ لیکن چونکہ ان لوگوں کے عقائد اور قومی روایات ہم سے مخفی ہیں۔ اسلئے یقین کیساتھ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ معراج کا خیال شروع میں اس زمین سے سنا گیا۔

ویراف کی سیر فلک (یا اسکا جسمانی معراج)

چوہدری محمد حسین مرحوم نے نیرنگ خیال کے اقبال نمبر میں اپنے بلند پایہ مضمون جاوید نامہ میں ویراف کے جسمانی معراج کا سرسری ذکر کیا ہے۔ اور اس واقعہ کو محض ایک داستان کی حیثیت دیتے ہوئے آگے گذر گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سیر کا تفصیلی اور تنقیدی جائزہ اسلئے ضروری ہے کہ بعض مخالفین اسلام آنحضرت صلعم کی معراج کے واقعہ کے متعلق احادیث کو ویراف نامہ سے ماخوذ خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ نوعیت اور مقصدیت کے اعتبار سے معراج نبوی کا مقام نہایت ہی ارفع و اعلیٰ ہے۔ اسکے برعکس ایرانی ویراف نامہ کے واقعات خواہ کتنے ہی صحیح کیوں نہ ہوں معراج نبوی کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

زرتشت کے معراج کی اگرچہ تفصیل نہیں ملتی تاہم آتش پرستوں نے اس واقعہ کی روایات کو بدستور قائم رکھا۔ یہاں تک کہ سکندر کے بعد مملکت عجم میں جو طوایف الملوکی قائم ہوگئی تھی اسے جب اردشیر بابکان نے دفع کرکے سارے ملک کو اپنا زیر نگیں کیا۔ اور دین زرتشتی کا پتہ لگانا چاہا۔ تو اسے بھی عالم بالا کے حالات معلوم کرنے پڑے غرض طوایف الملوکی کے زمانے میں دین زرتشتی غارت ہوگیا تھا۔ سلطنت کیساتھ مذہبی اتحاد بھی مٹ گیا تھا۔ ہر شہر اور ہر گروہ کا نیا مذہب تھا۔ لیکن لطف یہ کہ سب اپنے اپنے عقائید کو زرتشت کا اصل مذہب خیال کرتے تھے، اردشیر ابکان کو State Religion کی فکر ہوئی۔ چنانچہ اسنے اپنی ساری قلمرو کے اضلاع میں حکم جاری کیا۔ کہ ہر ضلع اپنے کسی ایسے شخص کو منتخب کرکے دربار میں بھیجے۔ جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔ اسطرح تقریباً ملک کے ایک سوٗ کے قریب مسلم الثبوت عابد اور زاھد اسکے دربار میں جمع ہوئے۔ اردشیر نے اسکے بعد ایک اور انتخاب کروایا۔ جس میں سوٗ منتخب شدہ زھاد میں سے دس آدمی منتخب کئے گئے۔ پھر ان دس میں سے ایک آدمی کا انتخاب کیا گیا۔ جو زھد اور تقویٰ میں بے مثل اور بے نظیر تھا۔ اس شخص کا نام ویراف تھا۔ انتخاب کے بعد اردشیر نے ویراف کو عالم بالا کی

سیر کیلئے تیار کیا تا کہ درست حالات سے آگاہ کرے۔ چنانچہ ایک بڑے حلقہ میں آگ روشن کی گئی۔ اسکے درمیان ایک تختہ بچھایا گیا۔ اس تختہ پر ویراف بھنگ پی کر لیٹ گیا۔ اسکے گرد اسکی پارسا بہنیں اور ایک سو کے قریب زہاد جو مختلف اضلاع سے چنے گئے تھے۔ دعا میں مشغول ہوگئے۔ تا کہ ویراف کے ذریعہ سے دنیا کو عالم آخرت اور سروشستان کا حال معلوم ہو جائے یہ لوگ تین شبانہ روز تک دعا میں مصروف رہے۔ اور ویراف آگ کے درمیان مدھوش پڑا رہا۔ چوتھے روز اسنے آنکھ کھولی اور اردشیر بابکان کو عالم بالا کی سیر کے حالات بیان کئے "اے بادشاہ میری آنکھ بند ہوتے ہی عالم بالا کا ایک سروش (فرشتہ) آیا۔ اور مجھے ہاتھ پکڑ کر اوپر لے گیا۔ جہاں اسنے دوزخ اور جنت کی سیر کرائی اور دکھایا کہ نیکوں کاروں کو اعمال نیک کے ثواب میں کسطرح اور کیسی کیسی نعمتیں اور لذتیں حاصل ہو رہی ہیں۔ اور بدکاروں کو بدکاری کے پاداش میں کس کس طرح اور کیسی کیسی سخت سزائیں اور تکالیف پہنچ رہی ہیں"۔ اس سلسلہ میں اسنے مذہب زرتشتی کی صحت اور اسکے باعث نجات آخروی ہونے کے ثبوت دئے ہیں۔ ساری نیکیوں کے ثواب اور جزا کی صورتیں اور اسکے مقابل میں بدکاریوں کی سزائیں بتائی ہیں الغرض مذہب زرتشتی کے متعلق تمام باتیں جو عالم آخرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ سب با تفصیل ظاہر کردی ہیں۔ ویراف کے روحانی سفرنامہ کو جو اہمیت حاصل ہے اسکا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے۔ کہ اسکا مصنف منشیات کا عادی تھا۔ نعمت خان عالی نے جب اپنے عہد کے اس قسم کے صوفیاء کی مذمت میں اشعار قلمبند کئے تو اسکے ذہن میں ویراف کا واقعہ ضرور ہوگا جیسا کہ اسکے مندرجہ ذیل شعر سے ظاہر ہے :

بنگے زدیم وسید انا الحق شد آشکار
مارا ازیں گیاہ ضعیف ایں گماں نبود

ویراف نامہ پہلوی خط میں مع انگریزی ترجمہ کے لندن میں چھپ چکی ہے پارسیوں میں یہ کتاب بیحد مقبول ہے۔ لیکن چھ سات صدیوں پیشتر یہ کتاب تقریباً نامعلوم تھی۔ سب سے پہلے اسکا نسخہ ہندوستان کے شہر نوساوری میں جسے پارسیوں نے اپنا مرکز قرار دے لیا تھا۔ کسی پارسی موبد کے پاس ملا۔ اسکے بعد یہ دنیا کے باقی حصوں میں پہنچ گیا۔

ویراف کی داستان پڑھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے زرتشت کے واقعات ہو بہو نقل کردئے ہیں۔ جسطرح زردشت کے متعلق مشہور

ہے کہ اسنے بھمن فرشتہ (جسے جبرائیل کہتے ہیں) خدا تعالیٰ کے پاس لے گیا۔ اسیطرح ویراف کے متعلق مشہور ہے کہ آسمان سے ایک فرشتہ آیا جو اسے خدا کے پاس لے گیا۔ محسن خانی کشمیری دبستان المذاہب مطبوعہ مطبع نول کشور صفحہ ۹۶ پر لکھتا ہے :

''بھمن که عبادت از جبرئیل باشد زردشت را نزد خدایتعالے برد،،

اسیطرح اسی کتاب کے صفحہ ۰ ۷ پر زردشت کی سیر فلک کے احوال بیان کئے گئے ہیں ''پس زردشت را بر گردش افلاک و حرکات کواکب و سعد و نحس آں دانا گردانید و بہشت برنور و حور و قصور و اشیا سفندان بدو نمود ۔ و عارف کل اسرار و واقف جمیع علوم گردانید ۔ چنانچه از آغاز هستی تا انجام راز همه را دانست ۔ و اهرمن را در دوزخ تیره دید که زردشت را نگریسته بر فروشید که از دین ایزدی بر گرد تا از گیتی همه کامیابی ۔ چوں زرتشت آگاه راز یزدان گشت کدۂ آتش فروزنده دید ۔ بفرمان یزدان ازاں گذشت بر تنفس گزندے نیامد،، ۔ (دبستان المذاہب)

یہاں یہ بات دلچسپ ہے کہ ویراف کو سیاحت علوی کے آغاز میں تین روز تک آتش کدہ میں لیٹنا پڑا ۔ یہاں تک کہ اسے کوئی گزند نہ پہنچا ۔ اسکے برعکس زردشت اختتام سیاحت پر فرمان ایزدی کے مطابق آگ سے گذر گیا ۔ اور اسپر آگ کا کچھ اثر نہ ہوا ۔ ویراف کے متعلق جہاں تک مجھے علم ہے مصنف دبستان المذاہب نے کچھ نہیں لکھا ۔ ہوسکتا ہے کہ اس زمانے میں یہ کتاب معلوم نہ ہوسکی ہو ۔ اب بھی صحت کے اعتبار سے یہ کتاب شک وشبہ سے خالی نہیں ۔

معراج نامہ کی تین قسمیں

(الف) اول قسم معراج جسمانی و روحانی ہے ۔ جو آنحضرت صلعم کو نصیب ہوا ۔ معراج کے اس مذہبی اور عملی پہلو کو مشاہدۂ تجلی ذات یا Direct Vision کہتے ہیں (۲) زرتشت کا معراج بھی جسمانی اور روحانی معراج کہلاتا ہے ۔ زرتشت کا بھمن فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) کی معیت میں خدا کے حضور میں جانا ثابت ہے لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ نہ تو زرتشت کو اور نہ بھمن فرشتہ کو وہ مقام حاصل ہوا جو حضور سرور کائنات صلعم کو ہوا ۔ کیونکہ جب رسول اللہ صلعم کو معراج ہوا تو جبرئیل علیہ السلام ایک

مقام سے آگے نہ بڑھ سکے ظاہر ہے کہ ملائکہ کیلئے ایک حد مقرر ہے جس سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتے۔ زرتشت نے چونکہ بہمن کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اسلئے یہ ظاہر ہے کہ وہ ایک خاص مقام سے آگے نہیں گئے۔

(۳) ویراف کا معراج نامہ بھی اسی زمرہ میں آتا ہے۔ لیکن اسکی صحت کے بارے میں لوگ شک و شبہ میں مبتلا ہیں۔

(ب) صوفیاء کا معراج : صوفیاء کا معراج بھی ایک قسم کا علمی اور مذہبی پہلو رکھتا ہے۔ مختلف انبیاء نے مختلف رنگوں میں تجلی ذات کا مشاہدہ کیا لیکن انکا جسد خاکی کیساتھ لامکاں تک پہنچنا ثابت نہیں۔ انکا مشاہدۂ ذات الٰہی وجدانی ہوا کرتا ہے عینی نہیں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کو معراج ہوا۔ لیکن اس معراج کی تفصیل قید تحریر میں نہیں آسکی۔ البتہ محی الدین ابن عربی نے اپنے معراج کی پوری کیفیت فتوحات مکیہ میں بیان کی ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے۔ کہ ڈینٹے کی ڈیوائین کامیڈی اگر ایک طرف معراج نبوی سے ماخوذ ہے۔ تو دوسری طرف فتوحات مکیہ کے ان ابواب کا چربہ لئے ہوئے ہے۔ جن میں معراج کا واقعہ بیان ہوا ہے۔

(۳) علاوہ ازیں ''شہر زوری،، کا قصیدہ جو سفر روح کے متعلق ہے اور جسکا ترجمہ انگریزی میں وسٹن فیلڈ نے کیا ہے۔ اور جسے ابن خلکان نے نقل کیا ہے جہاں تک کہ صوفیا کے معراج کا تعلق ہے۔ ماسوائے چند کامل صوفیا کے انکی وجدانی کیفیات و روحانی تجربات غلطیوں اور لغزشوں سے پاک نہیں ہوسکتے۔ بعض اوقات قوت متخیلہ اور انسان کی دبی ہوئی آرزوئیں Illusion یا Hallucination کا باعث ہوتی ہیں۔ خواب انسان کے لاشعوری تصورات کی بہترین عکاسی کرتے ہیں۔ انسان کی وہ آرزوئیں جو تشنۂ تکمیل رہتی ہیں وہ ذہن کے حصہ لاشعور میں پناہ لیتی ہیں خواب کی حالت میں دبی ہوئی خواہشات لاشعوری گوشوں سے نکل کر اوپر والی سطح میں آجاتی ہیں۔ اسطرح انسان انکی تکمیل کر پاتا ہے۔ غرض ان نفسیاتی حقائق کے پیش نظر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اکثر صوفیا کا معراج انکی قوت متخیلہ یعنی Wishfulfilment یا لاشعور میں دبی ہوئی خواہشات کا نتیجہ ہوا کرتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جبکہ معراج کی خواہش ہر صوفی کے دل میں موجزن ہوا کرتی تھی اور کم و بیش اب بھی ہوتی ہے۔ یہ خواہش چونکہ عام حالات میں تشنہ تکمیل رہتی ہے لیکن خواب

کیصورت میں اسکی تکمیل عموماً ہو جایا کرتی ہے۔ اسلئے خواب معراج کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ چوہدری محمد حسین لکھتے ہیں ''یوں معراج نبوی کے اسرار و حقائق کا تذکرہ اسلامی لٹریچر میں قریباً ہر بڑے مصنف کی کسی نہ کسی تصنیف میں ملیگا۔ اسلامی مصنفات پر ایک زمانہ میں یہ رنگ بھی غالب رہا ہے۔ کہ حمد باری تعالیٰ کے بعد جب نعت پیغمبر لکھنے پر مصنف یا شاعر آیا۔ تو اسنے معراج رسول اللہ صلعم پر علیحدہ مستقل باب لکھا۔ نظامی کا ''پنج گنج،، اٹھا کر دیکھئے قریباً ہر کتاب میں یہ خصوصیت ملیگی،،

(ج) معراج کے ادبی پہلو : جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے صوفیاء کا معراج انکے ذاتی مکاشفات و واردات روحانی اور عرفانی تصرفات کا آئینہ ہوتے ہیں۔ لیکن صوفی کیلئے صاحب حال ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اسکے برعکس معراج کے ادبی پہلوؤں کی بنا محض تخیل یا آرٹ ہوا کرتا ہے۔ ذیل میں معراج کے ادبی نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ملٹن کی فردوس گم شدہ Paradise Lost

اس میں شک نہیں کہ ڈینٹے نے اپنی روحانی سیر کے سلسلہ میں تاریخی واقعات پیش کرکے اپنی تاریخ دانی اور قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ لیکن ہم یہ کہے بغیر ہرگز نہیں رہ سکتے۔ کہ اسکی مثنوی (یعنی ڈیوائین کامیڈی) کا مضمون سرقہ ہے اس سے کہیں زیادہ جدت آفرینی کا اظہار ملٹن نے کیا ہے۔ فردوس گمشدہ ایک مذہبی نظم ہے۔ جو حضرت آدم اور حوا کے جنت سے نکالے جانے کے واقعہ سے ماخوذ ہے۔ لیکن ملٹن نے مذہبی واقعات کیساتھ بہت ہی انوکھی اور پر لطف باتیں بیان کی ہیں۔ جس سے ڈیوائین کامیڈی کی حیثیت بہت بڑھ گئی ہے۔

(۲) رسالۃ الغفران

مشہور ہے کہ ابوالعلا المعری نے رسالتہ الغفران اپنے ایک ادیب دوست ابوالقارح حلبی کے ایک خط کے جواب میں رقم کیا۔ جس میں ابوالعلا المعری کو معصیت کی زندگی کے باعث مورد عتاب الٰہی قرار دیا۔ ابوالعلا نے اس رسالہ میں بہشت کی سیر کا ذکر کیا ہے۔ اور بیشمار گناہگار ادیبوں کو جو مرنے سے پیشتر تائب ہو چکے تھے۔ جنت میں داخل ہوتے دکھایا ہے۔ مصنف کا مقصد سیر فلک سے فقط یہ تھا کہ وہ بتائے کہ وسعت رحمت ذات

الہی بہت زیادہ ہے۔ اور جو انسان تائب ہو جاتے ہیں وہ غفران و رحمت کے سزاوار بن جاتے ہیں ۔

(۳) ڈیوائین کامیڈی

یہ بات طے ہے کہ ڈیوائین کامیڈی جو معراج نبوی کے قریباً چھ سو برس بعد لکھی گئی وہ معراج نامہ؟ نبوی اور فتوحات مکیہ سے ماخوذ ہے۔ گو ڈینٹے نے اپنے حقیقی ماخذوں کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ اسکا تخیلی معراج کا محرک رسول کریم صلعم کا علمی اور مذہبی معراج ہے۔ جو نوعیت حقیقت اور مقصدیت کے اعتبار سے اس سے کہیں ارفع اور بلند ہے۔ سب سے بڑی وجہ جسنے اقبال کو ڈیوائین کامیڈی کیصورت میں آسمانی ڈرامہ لکھنے پر آمادہ کیا۔ وہ ڈینٹے کے تصورات تھے۔ جو بنیادی حقائق لئے ہوئے ہیں۔ یہ حقائق ڈینٹے نے معراج نبوی سے مستعار لئے تھے۔ اسلئے فکر اقبال کیساتھ ان کی ہم آہنگی لازم تھی۔ سب سے پہلے جس چیز نے ڈیوائین کامیڈی میں اقبال کو متاثر کیا وہ معراج انسانی اور بقائے انفرادی کے تصورات ہیں۔ ڈینٹے کے نزدیک انسان کا مقصد فنائے ذات نہیں بلکہ بقائے ذات کیساتھ مشاہدہ؟ تجلی ذات الہی ہے۔ اقبال کا فلسفہ بھی اسی حقیقت پر مبنی ہے۔ اسطرح جہاں ڈینٹے، کاہلی، سستی، حرص وغیرہ کو شر اور حرکت و کشں مکش حیات کو خیر تصور کرتا ہے وہاں اقبال کا موقف بھی یہی ہے۔ اقبال کے نزدیک جمود اور تعطل ہی بنیادی شر ہیں۔ ڈینٹے کے نزدیک دیگر خواہشات رذیلہ یہ ہیں۔ غرور، تکبر، شہوت، جوع البقر، حیوانیت۔

غرض ڈیوائین کامیڈی میں بقائے خودی، فلسفہ سخت کوشی اور نفی خواہشات رزیلہ کے جو عناصر ترکیبی پائے جاتے ہیں وہ اقبال کے نظریات کی عین تائید کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے ڈیوائین کامیڈی کو خوب سراہا۔ اور اسکی تقلید میں جاوید نامہ لکھ کر اسکی فنی اور ادبی عظمت کا صحیح اقرار کیا۔

ڈیوائین کامیڈی اور جاوید نامہ میں معراج انسانی کا کمال مشاہدۂ ذات حق کو ہی قرار دیا گیا ہے۔ جو تعین ذات کے سوا ممکن نہیں۔ جاوید نامہ میں ڈاکٹر اقبال اس نکتہ کو واضح کرتے ہیں :—

بر مقام خود رسیدن زندگی است
ذات را بے پردہ دیدن زندگی است
مرد مومن در نسازد با صفات
مصطفیٰ راضی نہ شد الا بذات

ذیل میں ڈیوائین کامیڈی اور جاوید نامہ کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ تا کہ قارئین کو دونوں ادبی معراج ناموں کے درمیان جو اقدار مشترک ہیں انکا بخوبی اندازہ ہوسکے۔

ڈیوائین کامیڈی کے موضوعات

ڈیوائین کامیڈی میں انسانی دانائی (ورجل شاعر) کیصورت میں ڈینٹے کی رہبر ہوئی۔ جسے آسمانی دانائی (بیٹرس دیوی) نے ڈینٹے کی مدد پر آمادہ کیا۔ اور نور بخشنے والی حور (لوشیا) کے ذریعہ سے ورجل کے پاس یہ حکم بھیجا۔ اور لوشیا کو (رحمت الہی) نام ایک دیوی نے بیٹرس کے پاس اسی غرض کیلئے بھیجا تھا۔

الغرض ڈینٹے کو ایک روحانی خواب میں ورجل اس عالم سے باہر لیگیا۔ کافی دیر ادھر ادھر سرگرداں رہنے کے بعد وہ ایک تیرہ و تار جنگل میں جا پہنچا جہاں کی ہر شے سے وحشت ٹپکتی تھی۔ ڈینٹے نے اسجگہ نہایت ہی مہیب اور خوفنا ک وحشی جانور بھی دیکھے جن کی ڈراونی صورت دیکھ کر وہ کانپ اٹھا۔ اسکے بعد اسے دوزخ کی حالت دکھائی گئی۔ یہ دوزخ صیہون پہاڑ کے دامن میں ایک غار کیصورت میں تھی۔ اسکے کنارے چونکہ چکنے تھے۔ اسلئے انہر سے گذرنا محال تھا۔ چنانچہ اسکے چاروں طرف زینوں کے حلقے پھیلتے چلے گئے تھے جو جسقدر نیچے ہوتے جاتے تھے اسیقدر تنگ بھی ہوتے جاتے تھے۔ زینوں کا ہر حلقہ اسقدر وسیع اور دوسروں سے الگ تھا کہ بجائے خود ایک حلقہ' جہنم تھا اور انہیں اسباب سے اس غار میں اترنا یا اس سے نکلنا بغیر اسکے کہ تائید ایزدی رفیق حال ہو غیر ممکن تھا۔

دوزخ کا پہلا حلقہ 'لمبو' کہلاتا ہے۔ اس حلقہ میں وہ لوگ ہیں۔ جو حضرت مسیح سے پہلے تھے۔ اسلئے انہیں بپتسما نصیب نہ ہوسکا۔ باقی تمام حلقے گناہگاروں کے عذابوں کے نمونے پیش کر رہے ہیں۔ جسقدر جرم اور گناہ سنگین ہوتا ہے۔ اسیقدر وہ لوگ زینے کے نشیبی حصہ میں پھینکے

جاتے ھیں - اور جسقدر زینے تنگ اور گہرے ھوتے جاتے ھیں - اسیقدر عذاب بڑھتا جاتا ھے - ان مبتلائے عذاب گناھگاروں میں ڈینٹے نے پرانے تاریخی مجرموں کو دیکھا - جو دردناک عذاب میں مبتلا تھے - اس دوزخ میں اسنے خون کی ندیاں دیکھیں - اور خوفناک عفونتوں کو برداشت کیا - مبتلائے عذاب روحوں کے غول دیکھے - جن میں بعض ھوا میں معلق تھے بعض برف میں دفن تھے بعض درختوں میں مقید تھے - نا امیدی کی آھیں اور درد و تکلیف کی چیخیں کانوں میں گونج رھی تھیں - بہت سے مجرم مختصر الفاظ میں اپنی دھشتناک سزائیں اور گناھوں کی سرگذشتیں بیان کر رھے ھیں - اور عجیب عجیب قسم کی حسرتناک داستانیں اور خدا کی عظمت اور کبریائی کی باتیں سننے میں آرھی ھیں -

اس غار کے انتہائی نشیب میں شیطان جسکے تین سر ھیں موجود ھے - اور تین ھی اسکے منہ ھیں - ھر منہ سے کسی گناھگار آدمی کی ھڈیاں چبا رھا ھے - شیطان کے موذی پنجہ میں جو لوگ گرفتار ھیں ان میں یہود اسخر یوطی بھی ھے - جسنے دغا بازی کرکے حضرت مسیح کو دشمنوں کے ھاتھ میں گرفتار کرادیا تھا - شیطان اسکو چبا رھا ھے - علاوہ ازیں رومی 'Brulus' بروٹس اور Cassius کیسیس قاتلین سیزر (قیصر روم) بھی انھیں لوگوں میں نظر آ رھے تھے - اب ڈینٹے اور ورجل دونوں شیطان کے جسم پر چڑھ گئے - اور چڑھتے چڑھتے کوہ صیھون کے دوسرے پہلو پر جا اترے - جہاں کوہ مذکور ایک مخروطی شکل میں نمایاں ھے - اور جنوبی سمندر کے ایک جزیرے میں قائم ھے - اور عالم برزخ کا پہاڑ کہلاتا ھے - اس پہاڑ کے گردا گرد نیچے سے اوپر تک زینے بنتے چلے گئے ھیں - جو مندرجہ ذیل گناھوں کے مجرموں کے جائے قرار ھیں -

(۱) غرور (۲) حسد (۳) غصہ (۴) سستی و کاھلی (۵) حرص (۶) جوع البقر اور (۷) شہوت

اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر شاعر کی بیٹرس دیوی سے ملاقات ھوئی - جو اسے اپنے ساتھ لیکر آسمان پر چڑھ گئی - اور یکے بعد دیگرے اسے - چاند اور دیگر سیاروں مریخ، زھرہ، آفتاب، مشتری، عطارد، اور زحل سے ملایا - یہاں سے چڑھ کر وہ بیٹرس کے ھمراہ اس عالم بالا میں پہنچا - جہاں ثوابت کا مرکز ھے - اور آخرکار اصل فردوس بریں میں پہنچ گیا - جہاں اسے عیسیٰ

مسیح اور مریم عذرا کے جلوے نظر آئے۔ اور آخرکار ایک جھلک دیدار الٰہی کی بھی نصیب ہوئی۔ اسپر ڈینٹے کی معراج اور اسکے ساتھ اسکی مثنوی ختم ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا سطور سے یہ بات کلی طور پر واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ڈیوائین کامیڈی کا بیشتر حصہ معراج نامہ نبوی سے مستعار ہے۔ جیسا کہ چودھری محمد حسین مرحوم نے بحوالہ ''اسلام اینڈ ڈیوائین کامیڈی،، اپنے بلند پایہ مضمون ''جاوید نامہ،، مطبوعہ نیرنگ خیال اقبال نمبر ۱۹۳۲ء میں ثابت کیا ہے۔

''اسلام اینڈ ڈیوائین کامیڈی،، کا مصنف میڈرڈ یونیورسٹی کا ایک پروفیسر آسن نامی ہے۔ ذیل میں اسکی کتاب میں سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

''جب ڈینٹے الفیری اپنی اس حیرت انگیز نظم کا تصور اپنے ذہن میں لایا۔ اس سے کم از کم چھ سو سال قبل اسلام میں ایک مذہبی روایت موجود تھی۔ جو محمد صلعم کی مساکن حیات مابعد کی سیاحتوں پر مشتمل تھی۔ رفتہ رفتہ آٹھویں صدی سے لیکر تیرھویں صدی عیسوی کے اندر مسلم محدثین، علماء، مفسرین صوفیاء، حکما اور شعراء سب نے ملکر اس روایت کو ایک مذہبی تاریخی حکایت کا لباس پہنا دیا۔ کبھی یہ روایتیں شروع معراج کی شکل میں دھرائی جاتیں کبھی خود راویوں کی واردات کیصورت میں اور کبھی ادبی اتباعی تالیفات کے انداز میں۔ ان تمام روایات کو ایک جگہ رکھ کر اگر ڈیوائین کامیڈی سے مقابلہ کیا جائے۔ تو مشابہت کے بیشمار مقامات خود بخود سامنے آجائینگے۔ بلکہ کئی جگہ بہشت اور دوزخ کے عام خاکوں۔ انکے منازل و مدارج۔ تذکرہ ھائے سزا و جزا۔ مشاھدۂ مناظر انداز حرکات و سکنات افراد۔ واردات و واقعات سفر۔ رموز و کنایات دلیل راہ کے فرایض۔ اور اعلے ادبی خوبیوں میں مطابقت تاحد نظر آئے گی۔

ڈیوائین کامیڈی کو 'جاوید نامہ، سے مندرجہ ذیل باتیں ممیز کرتی ھیں۔

(۱) ڈیوائین کامیڈی میں دوزخ کی سیر کا مکمل خاکہ ملتا ہے۔ اسکے برعکس جاوید نامہ میں دوزخ کا کہیں ذکر نہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اقبال کے ھاں خیر اور شر یا گناہ و ثواب کا تصور عام لوگوں کے تصور سے

مختلف ہے۔ اقبال جمود کو شر اور حرکت کو خیر سے تعبیر کرتا ہے۔ جمود اور شر کا نتیجہ موت ہوا کرتا ہے اسکے برعکس حرکت کے باعث انسان زندہ جاوید ہوتا ہے۔ گناہ انسان کو جمود اور موت کیطرف لیجاتا ہے اسکے برعکس حرکت کا نتیجہ زندگی ہے۔ لہذا حرکت خیر یا ثواب ہے۔ ان دلائل کے پیش نظر ایک گناہ گار آدمی کو دوزخ میں پڑا ہوا مبتلائے عذاب دیکھنا متصور ہی نہیں ہوسکتا اسلئے کہ گناہ کے باعث وہ جامۂ ہستی پارہ پارہ کر چکا ہے۔ لہذا دوزخ کا وجود ہی ساقط ہے۔ علاوہ ازیں اقبال جدت اور خلاق کیساتھ زندہ رہنے کا قائل ہے اسے زندگی میں محض تکرار روح فرسا معلوم ہوتا ہے۔ اقبال کے نزدیک 'خیر، لذت اور سکون کے ہم معنی چیز نہیں کیونکہ زندگی اگر ایک حالت پر قائم ہوجائے۔ تو وہ خیر بھی جمود کیوجہ سے شر بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ صوفیاء کے مقام وصل (یا فنا فی اللہ) کو بھی قبول نہیں کرتا۔ بلکہ ابد الاباد تک جدت آفرینی اور خلاق کیساتھ زندہ رہنا چاہتا ہے نیز یہی وجہ ہے کہ اسکی سیر فلک میں اور نظام فلسفہ میں دوزخ کی منظر نگاری نہیں کی گئی۔

(۲) جاوید نامہ کا مضمون اور اسکا انداز بیان ڈیوائین کامیڈی کی نسبت نہایت ہی آسان اور سلیس ہے۔ تمثیلی مناظرات و مقامات Symbolism جسنے ڈیوائین کامیڈی کے بعض مباحث کو نہایت ہی مشکل بنا دیا ہے وہ جاوید نامہ میں مفقود ہیں۔ لیکن بایں ہمہ جاوید نامہ کا مفہوم اگرچہ واضح ہے لیکن ڈیوائین کامیڈی سے کہیں زیادہ دقیق اور پر از معنی ہے۔

(۳) اقبال نے 'جاوید نامہ، میں سیر فلک کو چھ ستاروں تک محدود رکھا ہے۔ اسکے بعد وہ 'آنسوئے فلک، جا نکلا ہے۔ دوزخ اور اعراف کے نزدیک نہیں گیا۔ اسلئے کہ ان مقامات کا مفہوم اسکے نظام فلسفہ میں متصور نہیں ہوتا۔ جن لوگوں کو واصل جہنم دکھانے کی ضرورت تھی۔ انہیں فلک 'زحل، کے ایک خونیں قلزم میں مبتلائے عذاب دکھایا گیا ہے۔ جنکا جرم مذہبی یا اخلاقی نہیں۔ بلکہ ملت سے غداری ہے۔ اور جنہیں دوزخ نے بھی اپنے اندر قبول نہیں کیا۔ بلکہ باہر پھینک دیا۔

(۴) یہ بات نہایت ہی اہم ہے۔ کہ معراج نبوی میں مسجد اقصیٰ سے لیکر آسمان سے پار جانے تک راستہ میں کسی ستارہ یا فلک کی سیر کا ذکر نہیں۔ گو احادیث میں واپسی پر سیر ستارگان کا ذکر آتا ہے۔ لیکن ڈیوائین

کامیڈی فتوحات مکیه، اور جاوید نامه میں شروع ھی سے سیر سیارگان کا ذکر آتا ھے۔ جسکی وجه یه ھے که بعض لوگوں نے کمزور اور موضوع احادیث کی بنا پر معراج نبوی میں مدارج عروج ھی میں ستارگان کی سیر کا ذکر کیا ھے۔ نیز شیخ اکبر نے بھی فتوحات مکیه میں ستارگان کی سیر شروع ھی میں دکھائی ھے۔ اقبال نے انھیں کی تقلید میں جاوید نامه کے دیباچه میں یه نکته نظر واضح کردیا ھے۔ که منزل آخرت سے پہلے انسان کو کئی ستاروں کو آباد کرنا ہوگا۔ چنانچه دیباچه میں فرماتے ھیں :

خیال من به تماشائے آسماں بود است
بدوش ماه بآغوش کہکشاں بود است
گماں مبر که همیں خاکداں نشیمن ماست
که هر ستاره جہاں است یا جہاں بود است

اگرچه سائینس یه انکشافات کرچکی ھے که مریخ وغیره ستاروں میں زندگی کے آثار پائے جاتے ھیں۔ لیکن اقبال کا یه تصور محض سائنس کے تصورات پر مبنی نہیں۔ بلکه احادیث معراج میں بعض اجرام سماوی کے اندر حیات انسان کا ممکن ہونا ان ملاقاتوں سے پایا جاتا ھے جو پیغمبر خدا نے معراج سے واپسی پر مختلف انبیاء سے کیں۔

(ه) اقبال نے سیر فلک میں بعض حقائق اور اپنے عہد کے اھم مسائل پر گذرے ہوئے دانشمند لوگوں کی ارواح سے سوالات کئے ھیں۔ کبھی کبھی کوئی فرشته بھی نمودار ھو کر راز سربسته کھول دیتا ھے۔ مثلاً فلک قمر پے اقبال کے سامنے پہاڑ کی چوٹی پر آسمان سے ایک فرشته نازل ھوا۔ جب اس سے پوچھا گیا که اس خاک خموش میں اب تجھے کیا نظر آرھا ھے تو اسنے جواب دیا :

گفت هنگام طلوع خاور است
آفتاب تازه را اورا در بر است

رستخیزے در کنارش دیده ام لرزه اندر کہسارش دیده ام
عرشیاں را صبح عید آں ساعتے چوں شود بیدار چشم ملتے

اسکے بعد شاعر کا راھنما اسے وادی برغمید، میں لیجاتا ھے۔ اس وادی کا نام فرشتوں کی زبان میں طواسین ھے۔

جاوید نامہ

جسطرح ڈینٹے اور ابن عربی کی سیاحت علوی کا آغاز ایک پہاڑ کے قرب سے ہوا۔ اسیطرح اقبال کے سامنے روح رومی ایک پہاڑ کے عقب سے نمودار ہوئی اور اسکی معیت میں شاعر نے سیر افلاک کی۔ اور مختلف سیاروں میں ارواح اور ملائکہ سے ملاقات کرتا ہوا قرب حضور میں جا پہنچا۔

سب سے پہلے اسکی رسائی فلک قمر پر ہوتی ہے۔ جہاں ایک ہندوستانی سادھو وشوامتر ایک غار میں نظر آتا ہے۔ اسکے ساتھ گفتگو ہوئی۔ وشوامتر نو وصیتیں کرتا ہے۔ خاتمہ پر ایک فرشتہ نمودار ہوتا ہے۔ جو ایک دلکش ترانہ گا کر غائب ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد وادی یرغمید میں شاعر اور اسکا راہنما (رومی) داخل ہوتے ہیں۔ فرشتوں کی زبان میں اس وادی کا نام طواسین ہے۔ طواسین رسل میں چار طواسین شامل ہیں۔ طاسین گوتم جسکا عنوان ''توبہ آوردن زن رقاصہ عشوہ فروش،، یعنی طاسین گوتم میں ایک زن رقاصہ مہاتما بدھ کے ہاتھ پر توبہ کرتی ہے۔ طاسین زردشت میں اہرمن زردشت کو آزماتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ طاسین مسیح میں حکیم ٹالسٹائی کا ایک حقیقت نما خواب ہے۔ طاسین محمد صلعم میں حرم کعبہ میں ابوجہل کا نوحہ۔ کعبہ کے بت خانے سے حرم بن جانے پر ابوجہل کا نوحہ نہایت دلچسپ اور پڑھنے کے قابل ہے۔ ذیل میں اسکے اشعار ملاحظہ ہوں :—

سینہ ما از محمد صلعم داغ داغ
از دم او کعبہ را گل شد چراغ
از ہلاک قیصر و قصرے سرود
نو جواناں را زدست ما ربود

اسکے بعد فلک عطارد پر پہنچتے ہیں۔ یہاں جمال الدین افغانی اور سعید حلیم پاشا (ترکی وزیر) کی روحوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ افغانی سے تعارف کراتے وقت رومی یہ انکشاف کرتا ہے کہ اسکے ساتھی کا نام 'زندہ رود، یعنی ''Living Stream'' ہے۔ ان روحوں کیساتھ وقت کے ضروری اسلامی سہمات پر گفتگو چھڑ جاتی ہے سعید حلیم کا ترک کے نام پیغام ایک زہ حقیقت لئے ہوئے ہے فرماتے ہیں :—

چوں مسلماناں اگر داری جگر — در ضمیر خویش و در قرآں نگر
صد جہاں تازہ درآیات اوست — عصرھا پیچیدہ در آنات اوست

یک جہانش عصر حاضر را بس است | گیر اگر در سینہ دل معنی بس است
بندۂ مومن ز آیات خداست | ہر جہاں اندر بہر او چوں قباست
چوں کہن گردد جہانے در برش | مے دھد قرآں جہانے دیگرش

اسکے بعد افغانی نے ملت روسیہ کے نام بھی پیغام دیا ہے۔

فلک زھرہ پر اقوام قدیمہ کے دیوتاؤں کی محفل ملتی ہے۔ جس میں انکے نغمے سنائی دیتے ھیں۔ پھر دریائے زھرہ میں فرعون اور کچنر کی روحیں دکھائی دیتی ھیں وھاں مہدی سوڈانی نمودار ھو کر عرب قوم کو نغمہ بیداری سناتا ہے اسکے چند اشعار ملاحظہ ھو :۔

گفت اے روح عرب بیدار شو | چوں نیاگاں خالق اعصار شو
اے فواد اے فیصل اے ابن سعود | تا کجا برخویش پیچیدن چو دود
زندہ کن در سینہ آں سوزے کہ رفت | در جہاں باز آور آں سوزے کہ رفت
خاک بطحا خالدے دیگر بزائے | نغمۂ توحید را دیگر سرائے

فلک مریخ میں ایک رصد گاہ ملتی ہے جس سے ایک انجم شناس فلاسفر حکیم مریخی برآمد ھوتا ہے۔ جو زمین کی بھی سیاحت کر چکا ہے۔ پھر ایک فرنگن نمودار ھوتی ہے۔ جو پیغمبری کا دعویٰ کرتے ھوئے عورتوں کو اپنے شوھروں سے آزادی کا پیغام دیتی ہے۔

فلک مشتری میں ان روحوں سے ملاقات ھوتی ہے جنھوں نے سیر جاودانی اختیار کی۔ اور جنت میں رھنا پسند نہ کیا۔ مثلاً حلاج (منصور) غالب اور قرۃ العین، زندہ رود اپنی بعض مشکلات ان ارواح کے سامنے پیش کرتا ہے۔ حلاج سے سوال ھوتا ہے؟

از مقام مومناں دوری چرا؟ | یعنی از فردوس مہجوری چرا؟

حلاج کے جواب پر شاعر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔

عشق ما از شکوہ ھا بیگانہ ایست
گرچہ او را گریۂ مستانہ ایست
ایں دل مجبور ما مجبور نیست
ناوک ما از نگاہ حور نیست

آتش ما را بیفزاید فراق
جان ما را ساز گار آید فراق
بے خلق ها زیستن تا زیستن
باید آتش در نہ پا زیستن

آخر میں ابلیس نمودار ہوتا ہے۔ انسان کی کمزوری اور اپنی آسان فتوحات پر ماتم کرتے ہوئے کسی مرد حق کی آرزو کرتا ہے۔ تا کہ اس سے شکست کھا کر کچھ تو لذت حاصل کرے۔

اے خدا ایک زندہ مرد حق پرست
لذتے شاید کہ یابم در شکست

فلک زحل پر ارواح رذیلہ ملتی ہیں۔ ان میں ہندوستانی ملت کے دو مشہور غدار جعفر بنگال و صادق دکنی خونیں قلزم کے عذاب میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال :-

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگ آدم، ننگ دیں، ننگ وطن

جعفر اگر سراج الدولہ سے اور صادق اگر سلطان ٹیپو سے غداری نہ کرتے تو سر زمین ہند غلامی کی زنجیروں میں جکڑی نہ ہوتی۔

اسکے بعد 'آنسوئے فلک' یعنی ماورائے فلک پر عروج ہوتا ہے۔ جہاں اطالوی حکیم نیٹشے سے ملاقات ہوتی ہے۔ جسکے متعلق اقبال کا خیال ہے۔

قلب او مومن و دماغش کافر است

حکیم نیٹشے بھی منصور کیطرح انائے انسانی کی حقیقت پر زور دیتا رہا۔ منصور کو اس خیال کی بدولت جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ اقبال کہتا ہے

منصور کو ہوا لب گویا پیام موت
اب کیا کسی کے عشق کا دعوی کرے کوئی

اب یہاں سے جنت الفردوس کا رخ کیا گیا۔ جہاں شرف النساء کا قصر نظر آنے لگا جو تیغ اور قرآن کی محافظ تھی۔ یہ قصر لعل ناب سے تعمیر ہوا تھا۔ اسکو

دیکھ کر زندہ رود رومی سے سوال کرتی ہے کہ یہ کاشانہ کس کا ہے۔
رومی جواب دیتا ہے۔

قلزم ما ایں چنیں گوہر نہ زاد
ہیچ مادر ایں چنیں دختر نہ زاد
خاک لاہور از مزارش آسماں
کس نداند راز او در جہاں

پھر سید علی ہمدانی اور ملا غنی کاشمیری سے ملتے ہیں۔ پھر ہندو شاعر برتر ہری اپنا نغمہ سناتا ہے۔ وہاں سے سلاطین مشرق یعنی نادر شاہ ابدالی اور سلطان شہید دکنی کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور انکے ساتھ گفتگو ہوتی ہے پھر قرب حضور حاصل ہوتا ہے جنکی بے پناہ تجلیات میں وہ غرق ہو جاتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ جس پر ندائے جمال آتی ہے اور یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔